ناولٹ

ریاض عاقب کوہلر

غلط فہمی

کافی عرصے تک میں یہ سمجھتا رہا کہ خچر بہت ہی خوبصورت اور ذہین جانور ہوتا ہے، کیونکہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو لوگ مجھے جدون خچر کیوں کہتے ۔ یہ تو جس دن اسے دیکھا تو پتا چلا کہ غلط فہمی میں، میں کتنی بڑی غلط فہمی میں مبتلا رہا۔ بالکل اس خان صاحب کی طرح جو ایک شخص کی پٹائی کر رہا تھا کسی نے کہا......

"خان صاحب کیوں غریب کی پٹائی کر رہے ہو؟"

کہنے لگے ۔"اس نے مجھے پچھلے سال گینڈا کہا تھا"

پوچھا گیا "بھلے مانس پچھلے سال کا غصا اب کیوں نکال رہے ہو؟"

کہا۔"خو چہ ہم نے گینڈا آج دیکھا ہے۔"

لیکن میرے لیے خان صاحب کے طریقے پر عمل کرنا ممکن نہیں تھا، کہ پورے گاؤں کی پٹائی کون کرتا ؟......میری عمر بیس سال ہے کیونکہ میں بیس سال پہلے پیدا ہوا تھا۔ اپنی کلاس کا سب سے پڑھا کو طالب علم ہوں اس بات کی گواہی تو میں بقلم خود ایک نجومی کی زبانی سن چکا ہوں کہ میں بہت زیادہ پڑھوں گا۔ البتہ پاس کب ہوں گا ؟ یہ بات وہ مستند نجومی بھی نہ بتا سکا۔

لوگ عموماً طور پر مجھے میٹرک کی بجائے یونیورسٹی کا طالب علم سمجھتے ہیں،اس سے آپ لوگوں کو میری ذہنی سطح کا اندازہ ہو نہ ہو...... جسامت کا اندازہ ہو گیا ہوگا اور یہی جسامت ہی میرے شاندار لقب خچر کی وجہ بنی۔

کلاس میں بطور سزا مجھے بینچ پر کھڑا نہیں کیا جا سکتا تھا کہ چھت کے اونچا ہونے کے باوجود میں سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا تھا، اس وجہ سے عموماً مرغا بنا دکھائی دیتا تھا۔

گھر میں ابو جان نے کھانے کی ایک حد مقرر کر رکھی تھی جسے سادہ الفاظ میں مجھے بھوکا رکھنے کی سازش کہا جا سکتا ہے کہ چار روٹیوں سے تو میری آنت بھی گیلی نہیں ہوتی تھی چہ جائیکہ پیٹ بھرے، گو امی جان اس چار کے عدد میں اتنا اضافہ کر دیا کرتیں کہ اس کا بیٹا بھوکا مرنے سے بچ جائے مگر اس اضافے کے باوجود روٹیوں کی تعداد اکائی میں ہی رہتی۔ دہائی کا ہندسہ کسی دعوت کے موقع پہ ہی عبور ہوتا تھا۔ مجبوراً مجھے روٹی بنانے میں خود مہارت پیدا کرنی پڑی کہ بھوکا مرنا مجھے منظور نہیں تھا۔

ابو جان عموماً مجھے ''کام کا نہ کاج کا دشمن اناج کا۔'' جیسی کہاوت سنا کر شرمندہ کرنے کی ناکام کوشش کرتے حالانکہ میں نے کبھی بھی اناج کے ساتھ دشمنی نہیں کی ہے۔ اور یوں بھی اناج کوئی کھانے کی چیز تو نہیں ہے نا؟ ہاں روٹیوں کی بات اور ہے۔ لیکن پھر بھی ان کے ساتھ رغبت رکھنے والے کو ان کا دشمن کہنا تو زیادتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ روٹیوں کا شوقین کہا جا سکتا ہے۔ بہر حال میرے پاس اتنا ٹائم نہیں کہ لوگوں کی بول چال درست کرتا رہوں۔

میں اس وقت بازار سے گذر رہا تھا جب بشارت نے آواز دی۔

''خچ ...... جدون بھائی۔'' میں سمجھ گیا کہ اسے کوئی کام ہے ورنہ وہ اتنی تمیز سے تو اپنے ابا کو بھی مخاطب نہیں کرتا تھا۔ کسی زمانے میں وہ میرا کلاس فیلو رہ چکا تھا مگر آج کل وہ ایف اے کرنے کے بعد جاب کر رہا تھا۔

''کیا ہے؟'' میں نے اپنی بھاری آواز کو حتیٰ الوسع بدتمیزانہ رنگ دینے کی کوشش کی حالانکہ یہ سہولت مجھے بغیر کسی کوشش کے حاصل تھی۔ آپ کے لیے شاید یہ بات حیرانی کا باعث ہو کہ لوگ تو تمیز دار بننے کی کوشش میں ہلکان ہوتے رہتے ہیں تو مجھے بدتمیز بننے کی کیا ضرورت؟۔

تو دوستو اس کے پس پردہ بھی ایک کہانی ہے۔ وہ یہ کہ ایک دن اسلامیات کے مولانا صاحب کا اخلاقیات

بھرا لیکچر سن کر میں نے ابو کو ہمیشہ کی طرح بابا کہنے کے بجائے پدر محترم کہہ دیا اور اس کے ساتھ اپنے لہجے میں عاجزی سمونے کی کوشش بھی کی تاکہ وہ متاثر ہوں اور انھیں یقین ہو کہ مجھ میں سدھرنے کی اہلیت موجود ہے۔

جواباً انھوں نے ایسی جھاڑ پلائی جیسے کپڑے سے گرد جھاڑی جاتی ہے۔ فرمایا۔

"خچر کے بچے! تجھے کتنی بار کہا ہے کہ ہم زمیندار ہیں، کمی کمینوں سے تعلقات رکھنا ہمیں زیب نہیں دیتا۔"

میں اس الزام تراشی پہ حیران رہ گیا۔ "مم...... مگر میرے تو کسی نائی، موچی سے کوئی تعلقات نہیں ہیں اور اس کا واضح ثبوت میرے پھٹے ہوئے جوتے اور سر سے جڑا بالوں کا انبار ہے۔"

"پھر تمھارے لہجے میں کمیوں کی طرح عاجزی اور سعادت مندی کہاں سے آن ٹپکی؟"

"ابا حضور......"

"چوپ......" ابا قطع کلامی کرتے ہوئے دھاڑا۔ "تجھے میری بات کی سمجھ نہیں آئی؟"

"اب آ گئی ہے بابا......"

"ہاں ایسے...... تاکہ کوئی بات تو زمینداروں کی باقی رہے...... زمینیں نہیں رہیں، عادتیں تو باقی رکھو۔" اور میں سعادت مندی سے سر ہلانے کی بجائے بگڑے ہوئے رئیس زادے کی طرح کمرے سے باہر نکل آیا۔

"جدون بھائی آپ سے ایک کام ہے؟" میرے لہجے کی پروا نہ کرتے ہوئے وہ لجاجت سے بولا۔

"کہو؟" میرا انداز برقرار رہا۔

"ادھر کھڑے کیا بات چیت ہوگی چلو وہاں بیٹھ کر گپ شپ کرتے ہیں۔" اس نے قریبی ہوٹل کی جانب اشارہ کیا۔ ایسی دعوت ٹھکرانا کفران نعمت تھی، میں سر ہلاتے ہوئے اس کے ہمراہ ہولیا۔

"دو چائے اور ساتھ کچھ کھانے کو لے آؤ۔" اس نے بیٹھتے ہی بیرے کو آواز دی۔

"زیادہ نہیں یار!...... بس ایک کلو جلیبی، درجن بھر سموسے، ادھ کلو پکوڑے مع چٹنی لے آؤ...... اور ہاں آپ کیا پسند کریں گے؟" میں بشارت کی طرف متوجہ ہوا۔

"یہ...... یہ آپ اکیلے...... میرا مطلب ہے آپ کا گزارا ہو جائے گا نا؟"

"ہاں دوپہر کے کھانے تک تو اسی پہ گزارا کرنا پڑے گا؟" میں نے منہ بنایا۔

چائے آنے تک وہ مطلب کی بات پہ نہ آیا کیونکہ اسے بھی معلوم تھا کہ میرے دماغ کا کنکشن پیٹ سے جڑا ہے اور کھانے کے بعد ہی کچھ سمجھنے کے قابل ہوں گا۔ چائے کے بعد وہ رازداری سے بولا۔

"جدون بھائی! محسوس نہ کرنا کیونکہ میری زندگی کا سوال ہے، اور اس معاملے میں بہت سنجیدہ ہوں۔"

"تو میں تمھیں غیر سنجیدہ نظر آرہا ہوں؟"

"کس بارے؟" اس کے لہجے میں پریشانی در آئی۔

"جس بارے تم سنجیدہ ہو۔"

"مم...... مگر میں نے تو آپ کو بتایا ہی نہیں کہ میں کیوں سنجیدہ ہوں؟"

"تو بتا دو تا کہ کنفرم ہو جائے۔" میں بے نیازی سے بولا۔

"نہیں پہلے تم بتاؤ کہ تمھارے ذہن میں کیا ہے ؟" وہ مصر ہوا۔

"یہی کہ بل کی ادائی تم نے کرنی ہے اور کیا؟"

اس نے سکھ بھرا سانس لیا گویا کوئی مصیبت ٹل گئی تھی۔ "لازمی بات ہے جب دعوت دی ہے تو بل تو میں نے ہی پے کرنا ہے۔"

"اچھا...... تو کوئی اور مسئلہ ہے کیا؟"

"مسئلہ یہ ہے بھائی، کہ آپ کو دوست کی خاطر سائرہ سے تعلقات ختم کرنے پڑیں گے؟"

"تم کب سے میرے دوست بن گئے؟ ...... اور یہ سائرہ کون ہے؟"

"اتنے بھولے نہ بنو...... میں ماسٹر خیر دین کی بیٹی سائرہ کی بات کر رہا ہوں۔" وہ دوستی کی بات عمداً گول کر گیا۔

"ہائے کس ظالم کا نام لے دیا۔" ماسٹر خیر دین کا نام آتے ہی ان کی مار یاد آ گئی۔ "کمبخت پڑھانا جانتا ہے یا نہیں دھلائی اسے خوب آتی ہے...... بلکہ دھلائی کے بعد نچوڑتا بھی ہے۔"

"میں نے سائرہ کا ذکر کیا ہے؟" بشارت نے یاددہانی کرائی۔

"ہاں...... ہاں کیا ہوا سائرہ کو؟"

"فی الحال تو کچھ نہیں ہوا...... لیکن جس دن تجھے اکیلے ملنے آ گئی کچھ ہوتے دیر بھی نہیں لگے گی۔"

"مگر مجھے کیوں ملنے آئے گی؟"

"تمھاری محبوبہ جو ہوئی؟"

"ابے کیا کہہ رہے ہو......؟ سارہ دختر خیر دین میری محبوبہ؟ میں تو جب سے ہائی سکول گیا ہوں، ماسٹر خیر دین کی گلی سے بھی نہیں گزرا تو اس کی بیٹی سے............ توبہ توبہ" میں نے گال پیٹتے ہوئے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

"جھوٹ مت بولو...... تمھارے ہاتھ کانوں تک نہیں جا رہے۔" میرے توبہ کے لیے کانوں کی طرف بڑھائے گئے ہاتھوں پر اس نے آوازہ کسا۔

"آخر تجھے کس نے کہا ہے کہ وہ میری محبوبہ ہے؟"

"تمھارے دوست شرفو نے بتایا ہے...... بقول اس کے وہ تمھارے درمیان نامہ بر رہا ہے۔"

"یار ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"اچھا کھاؤ قسم...... تم سچ کہہ رہے ہو۔"

"بشارتے!...... میرا خیال ہے تمھیں اپنا سکول کا وقت بھول چکا ہے"۔ میں بھڑک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"یار!...... بیٹھو نا کھانا کھا کر چلیں گے؟" میرے تیور دیکھتے ہوئے اس نے میری دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھا۔ میرے دماغ میں بھڑکتی آگ پر جیسے پانی پڑ گیا اور میں دوبارہ بیٹھ گیا۔

"دیکھ بشارتے تجھے غلط اطلاع ملی ہے...... میرا سارہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ میں نے تو پچھلے چند سال سے اسے دیکھا بھی نہیں ہے؟"

"اچھا...... اگر میں اس سے تعلقات پیدا کر لوں......؟ تجھے کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا ناں؟" بشارت نے پینترا بدلا۔

"مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟"

"یہ ہوئی نا یاروں والی بات۔" وہ خوشی سے چہکا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بیرے کو آواز دے کر میرے دل کی دھڑکن تیز کر دی۔

☆......☆......☆

''لخ دی لعنت تیرے تے ......'' شرفو بات سنتے ہی غصے سے بے قابو ہو گیا۔ '' بے غیرتا کھانے کے بدلے اپنی محبوبہ بیچ آیا ہے؟''

''وہ میری محبوبہ کب سے ہو گئی؟''

''یار! ...... میں نے بنا جو دی تھی۔''

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ ہے خچر صاحب! ...... کہ بشارت نے کل بات کی تھی کہ وہ سائرہ کو پسند کرتا ہے اور میں اسے سائرہ کو پھانسنے کی کوئی ترکیب بتلاؤں ...... ترکیب تو خیر کیا بتاتا، میں نے اسے نئی مصیبت میں ڈال دیا کہ وہ تیری محبوبہ ہے۔ اور جب تک تو اس کے راستے سے نہیں ہٹے گا سائرہ بشارت سے نہیں پھنسنے والی۔''

''اس کا فائدہ؟''

''تیرا نام خچر جس نے بھی رکھا ہے اسے لازماً الہام ہوا ہو گا کہ وحی کا سلسلہ تو بند ہے۔ ورنہ اتنا مناسب نام رکھنا کسی آدمی کے بس کی بات نہیں ہے؟''

''یار میری سمجھ میں تو تیری بات نہیں آ رہی؟''

''بیوقوف! ہم بشارت کو سائرہ کے سلسلے میں بلیک میل کر سکتے تھے وہ برسر روزگار ہے، کچھ کھاتے پیتے، کوئی اور فائدہ اٹھاتے، تو نے چند روٹیوں کے بدلے سارا پلان ضائع کر دیا ہے۔''

''اپنی محبوبہ کہہ دیتے، میرا کہنا ضروری تھا؟''

''اس کی دو وجوہات ہیں ...... ایک تو کسی اور کے متعلق بولے گئے جھوٹ پہ جلدی یقین آ جاتا ہے دوسرے تمھاری شکل خچر کی طرح سہی لیکن ہو سفید خچر۔''

''اچھا یار جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب کوئی حل سوچو، یقین مانو کل بہت مزا آیا۔ اسی طرح کی چند اور دعوتوں سے میرا حافظہ اس قابل ہو جائے گا کہ میں میٹرک پاس کر لوں۔''

''ہوں۔'' کہہ کر شرفو سوچ میں پڑ گیا۔ چند لمحے بعد بولا۔ ''تمھیں ایک کام کرنا پڑے گا۔''

''کیا؟''

"سائرہ کی گلی میں چند دن چکر لگانے پڑیں گے۔"

"مم ......مگر ماسٹر خیر دین ......" میں ہکلایا۔" وہ مارتا پہلے ہے پوچھتا بعد میں ہے اور چاہے جتنے لتر مار چکا ہو گنتی ایک سے نہیں بڑھتی۔"

"یار تو نے کون سا سائرہ سے محبت کی پینگیں بڑھانی ہیں بشارت کو دکھانے کے لیے ایک دو چکر اس گلی کے لگا لینا باقی مجھ پہ چھوڑ دو......البتہ بشارت اس متعلق کچھ پوچھے تو تو نے خاموش رہنا ہے۔"

"ٹھیک ہے "میں رضامند ہو گیا۔

☆......☆......☆

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" ماسٹر خیر دین کی گلی میں گھستے ہی ان سے سامنا ہو گیا۔ گویا سر منڈاتے ہی اولے پڑ گئے تھے۔

"وہ سر......وہ سر......" مجھ سے بات نہ بن پڑی۔

"ہاں ہاں بکو؟"

"سر!......ابو جان کہہ رہے تھے کہ استاد روحانی باپ ہوتے ہیں تو ان کا بھی کچھ حق بنتا ہے اس لیے استادوں کے گھر کا کوئی کام کاج ہو تو کر دینا چاہیے تو میں اس سلسلے میں حاضر ہوا تھا۔"

"ہونہہ!......" کہہ کر اس نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا اور پھر کچھ سوچ کر اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھیلا اور ایک لسٹ میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"چلو پھر بھاگ کر یہ سودا سلف بازار سے لا دے میں حاجی صاحب کے ہاں تعزیت کے لیے جاتا ہوں۔"

"میں نے مرے ہاتھوں سے پیسے اور سامان کی لسٹ پکڑی اور بازار کا رخ کیا۔ شرفو جو دور دور سے میری نگرانی کر رہا تھا ماسٹر خیر دین کو دیکھتے ہی رفو چکر ہو گیا۔ ماسٹر خیر دین سے وہ اتنا ہی ڈرتا تھا جتنا کتا اینٹ یا کوا غلیل سے۔"

خریداری کے سامان کا تھیلا کندھے پہ رکھے میں خود کو واقعی خچر محسوس کر رہا تھا۔ لیکن مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق وہ تھیلا لے کر ماسٹر خیر دین کے دروازے پہ پہنچ گیا۔ دستک دینے پہ دروازہ کھلا اور میرے چودہ طبق

روشن ہو گئے۔ اگر وہ حور نہیں تھی تو اپسرا تو ضرور تھی۔ یا شاید پڑوسی ملک کی کسی فلم شوٹنگ سے بھاگ کے آئی تھی۔

"جی ؟" میرے کانوں میں مترنم گھنٹی بجی۔ گویا آواز بھی صورت کے مصداق تھی۔

"وہ...... میں...... ماسٹر صاحب...... سامان۔" مجھے اور کچھ نہ سوجھا تو میں نے سامان کا تھیلا آگے بڑھا دیا۔

"یہ ابو نے دیا ہے...... وہ خود کہاں ہیں؟" دوبارہ میرے کانوں میں ساز بجا۔ میری زبان اس وقت گنگ ہو گئی اور میں نے سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔

"یہ کیا بزاخفش کی طرح سر ہلا رہے ہو منہ میں زبان نہیں ہے کیا...... یا وہ صرف چڑانے کے لیے رکھی ہے ؟"

"وہ جی...... کہیں تعزیت کے لیے گئے ہیں۔" اچانک مجھے ماسٹر صاحب کی بات یاد آئی۔

"اچھا اب یہ اندر لے آؤ مجھ سے کہاں اٹھایا جائے گا۔" وہ نزاکت سے بولی اس ٹائم وہ تھیلا مجھے پھول کی طرح ہلکا لگا۔ ان کے کچن میں سامان رکھ کے میں پلٹا تو اس نے پوچھا۔

"کیا نام ہے تمھارا؟"

"بب...... بشیرا...... بشیر جی۔"

"بب...... بشیرا بشیر کیا نام ہوا ؟" اس کے لہجے میں شوخی تھی۔

"بشیر جی...... بشیر نام ہے میرا اور آپ سائرہ بی بی ہیں ناں؟"

"تم سے مطلب؟" وہ نخوت سے بولی۔ "جاؤ اپنا کام کرو...... بہانے مانگتے ہیں آج کل کے لڑکے بھی۔"

"آپ نے بھی تو نام پوچھا ہے۔" میں نے جرأت کا مظاہرہ کیا۔

"تم میرے گھر میں آئے تھے۔ کیا اتنا بھی نہ پوچھتی؟"

"ویسے بھی تمھاری جیسی لڑکیوں کی عادت ہوتی ہے جہاں اچھی شکل کا لڑکا دیکھا ڈورے ڈالنے شروع کر دیے۔"

"اے!...... کیا مطلب؟"

"مطلب صاف ہے کہ اپنے کام سے کام رکھو۔" یہ کہہ کر میں واپس آ گیا البتہ دل وہیں چھوڑ آیا۔ خود وہاں رہنے میں یہ ڈر تھا کہ پھر ماسٹر خیر دین مجھے کہیں کا نہ رہنے دیتے۔

☆......☆......☆

گڈ یار جدون !...... آج مان لیا کہ تجھ میں جرات ہے ...... تو خودکش بمبار سے معانقہ کر سکتا ہے، کسی تھانیدار کو گالی دے سکتا ہے، رستم پنجاب کو اکھاڑے میں للکار سکتا ہے، کسی پٹھان کو نسوار چھوڑنے کا مشورہ دے سکتا ہے...... ورنہ ماسٹر خیر دین کا سامنا کرنا ہر ایرے غیرے کے بس کی بات نہیں۔ بس کل ایک اور چکر اس گلی کا لگا لے پھر اپنی پانچوں گھی میں ہوں گی۔"

میں شرفو کی ساری بکوس کو نظر انداز کر کے خاموشی سے بیٹھا رہا۔

"کیا بات ہے یار...... بہت مارا ہے اس قصائی نے کیا؟ کوئی ظاہری نشان تو نظر نہیں آ رہا...... پچھلے جنم میں تھانیدار تو نہیں رہا؟"

میں اس مرتبہ بھی خاموش رہا تھا۔ شرفو کی تشویش بڑھ گئی۔

"او بھئی! بتا تو سہی کیا ہوا ہے...... خدانخواستہ کہیں کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں ہو گئی تیرے ساتھ...... اگر یوں ہے، تب بھی بتا دو...... اگر اس خیر دین کو سنگسار نہ کرا دیا تو اپنا نہیں کسی کتے...... سو ر کا دوست سمجھنا۔"

"شرفو! مجھے محبت ہو گئی ہے یار...... سچ مچ والی محبت وہ جو پنوں کو ہیر سے اور رانجھے کو لیلیٰ سے تھی۔"

"اور تجھے ہو گئی ہے ایلزبتھ ٹیلر سے...... گدھے پہلے یہ تو جان لے کہ پنوں اور رانجھے کو محبت کس سے تھی؟"

"کسی سے تو تھی نا؟...... بس مجھے بھی ہو گئی ہے کسی سے۔"

"پتا تو چلے...... آخر ہوئی کس سے ہے؟"

"سائرہ...... دختر خیر دین سینئر ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول نوری شاہ آباد۔"

شرفو نے پہلے تو اٹھ کر میرا منہ سونگھا اور پھر منہ بناتا ہوا بولا......

"کبھی...... اندر سے مانجھ بھی لیا کر کتنی بدبو آ رہی ہے منہ نہ ہوا مرغیوں کا ڈربہ ہو گیا۔"

"بے غیرتا!...... خود تو منہ میں پانی بھی اس وقت ڈالتے ہو جب پینا ہو اور مجھے مسواک و برش کے مشورے دے رہے ہو؟"

"اچھا رہنے دے...... یہ بتا کہ تو نے جو کچھ کہا ہے بقائمی ہوش و حواس کہا ہے ناں۔ کہیں یہ خیر دین کے ہاتھوں لگنے والی کسی چوٹ کا اثر تو نہیں ہے؟"

''ماسٹر خیر دین نے تو مجھے گھر کا سودا سلف لانے کے لیے بھیج دیا تھا......اور جس وقت میں سودا لے کے آیا......ہائے کیا بتاؤں میں نے کیا دیکھا؟'' میں خیالوں میں کھو گیا۔

''تو نے لازماً اپنے دادا کو دیکھا ہوگا......جو تجھے اپنے پاس بلا رہا ہوگا۔''

میں جھرجھری لے کر چونکا۔''اس کے پاس تو میں بھیجوں گا تجھے اور بشارت کو جو سائرہ جیسی معصوم لڑکی کو بدنام کرنے کی کوشش میں ہو؟''

''دیکھ خچر بہت ہوگئی، گو تو خود انسان نہیں ہے......کم از کم انسان کا بچہ ہونے کا ثبوت تو دے۔''

''شرفو!......میں بھی تجھے کہہ رہا ہوں......اب پہلے والی بات کو بھول جا اور اپنے دوست کے لیے سوچ کہ لیلیٰ نے کچے گھڑے پہ دریائے نیل عبور کیا تھا سائرہ کیسے نوری شاہ آباد کا گندہ نالا عبور کرنے پہ راضی ہوگی؟''

''وہ......یہ نالا عبور کرے گی یا نہیں تو نے ضرور ماسٹر خیر دین کے ہاتھوں اس نالے میں دفن ہونا ہے۔''

''پیار کرنے والے کبھی ڈرتے نہیں ہیں؟''

''ہاں فلموں میں ایسا ہوتا ہے جہاں لڑکی کا باپ خیر دین نہیں ہوتا۔ اور رہ گئی ڈرنے کی بات تو خیر دین ڈراتا نہیں دفناتا ہے۔''

''چھوڑ و یار!......انھیں تو مجھ پہ اتنا اعتماد ہے کہ اپنی بیٹی کے پاس اکیلے جانے کی اجازت دے دی۔''

''اور تم نے ان کے اعتماد کا یہ صلہ دیا، شکر کرو کمینوں کے سینگ نہیں ہوتے؟''

''دیکھ شرفو!......تم کچھ بھی کہو میں سائرہ کو نہیں بھول سکتا......چاہے کچھ بھی کرنا پڑے۔ یہاں تک کہ اس کی گلی کے کتوں کو مانوس کرنے کے لیے میں تیرا گوشت بھی کھلا سکتا ہوں۔''

''تو خود سوچ یار! خیر الدین کیسے ایک میٹرک فیل کے لیے ہاں کرے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا گلا گھونٹ کر پھانسی چڑھ جائے۔ لیکن گمان یہی ہے کہ وہ تمھاری بَلی دینا پسند کرے گا۔''

''کوئی غم نہیں......محبوب کے لیے جان دینا عاشق کے لیے قابل ستائش ہوتا ہے۔''

وہ میری بات کا جواب دینے کی بجائے پیر پٹختا ہوا وہاں سے رخصت ہوگیا۔

☆......☆......☆

"کیا خوب وقت پر آئے ہو برخوردار؟" دستک کے جواب میں ماسٹر خیر دین نے دروازہ کھولا۔

"سر!......میں نے سوچا، پوچھ لوں کوئی کام وغیرہ ہو تو......؟"

"ہاں پہلے تو ذرا سودا سلف لے آؤ نا؟......باقی کام واپسی پر۔"

میں نے رقم اور تھیلا پکڑ کر بازار کا رخ کیا۔

واپسی پہ دروازہ اسی قتالہ عالم نے کھولا۔

"تم پھر آدھمکے ؟" اس نے منہ بنایا۔

"میرے استاد کا گھر ہے اور یہاں آنے کے لیے مجھے تیری اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔"

"بڑا آیا استاد کا چچہ ۔" وہ واپس مڑی اور میں اس کے لٹکتے پراندے کو گھورنے لگا جو گستاخی پہ آمادہ تھا۔

میرے انہماک میں ماسٹر خیر دین کی آواز سے خلل پڑا جو کمرے کے اندر سے پوچھ رہا تھا۔

"برخوردار!......آ گئے ہو؟"

"جی سر ۔" میں نے سعادت مندی سے کہا۔

"اچھا یوں کرو......یہ چارپائی کا فریم اور نوار قاسم ترکھان کے پاس چھوڑ آؤ تا کہ وہ اس کی بنائی کر دے۔"

"سر!......اس کی کیا ضرورت ہے یہ کام میں خود بہت اچھی طرح کر سکتا ہوں۔ بس ایک مددگار کی ضرورت پڑے گی؟"

"اس کا مطلب ہے صرف پڑھنے میں نچر ہو ۔" ماسٹر خیرالدین کے لہجے میں تحسین تھی۔ "خیر سائرہ ہے نا؟......تیرا ہاتھ بٹائے گی؟"

"سائرہ بیٹی ادھر آؤ۔" اس نے اپنی بیٹی کو آواز دی۔

"جی ابو ؟" کچن کے دروازے سے چاند طلوع ہوا۔

"بشیرے کو چارپائی بننے کے لیے تیری مدد درکار ہے۔"

وہ مجھے گھورتے ہوئے قریب آ گئی۔

"اس سے پہلے کوئی اچھی شکل نہیں دیکھی، کیوں دیدے پھاڑ کر گھور رہی ہو؟"

”نہیں میں حیران ہوں کہ تجھے یہ ترکیب بتائی کس نے؟“

”کک......کیا مطلب؟“ میں ہکلایا۔ میرے خیال میں اسے پتا چل گیا تھا کہ میری آمد کا مقصد کیا ہے ؟ اور اگر میرا خیال سچ تھا تو یہ سچائی ماسٹر خیر دین تک پہنچتے دیر نہ لگتی اور وہ مجھے اوپر پہنچانے میں دیر نہ کرتا کہ آج کا کام وہ ایک دن پہلے کرتا تھا۔

”لازمی بات ہے تمھاری عمر میٹرک پاس کرنے میں بیت جائی تھی، پانچ چھ ماہ اپنے استاد کی خدمت کرنے سے کم از کم میٹرک تو پاس کر ہی لو گے ناں؟“

”تم بھی ماسٹر کی بیٹی ہونے کی وجہ سے پاس ہوئی ہو؟...... ورنہ تیری قابلیت سے میں اچھی طرح واقف ہوں، دس تک گنتی میں گیارہ غلطیاں کرتی ہو۔“

”تم سے تو بھلی ہوں...... میٹرک تو پاس ہوں ناں۔“

”اچھا...... اتنی ہی قابل ہو تو ذرا اپنی ہتھیلی پہ انگلش میں میرا نام لکھ کر دکھاؤ، روشنائی کی جگہ مہندی استعمال کر لینا۔“

”مجھے کوئی شوق نہیں ہے ہتھیلی گندی کرنے کا۔“

”کہیں اور لکھ لو...... بندے کے پاس لکھنے کے لیے صرف ہاتھ ہی تو نہیں ہوتا، کہیں بھی لکھا جا سکتا ہے؟“

”کیا؟“

”مم...... میرا مطلب ہے کہیں بھی لکھ لو...... دیوار پہ، ڈائری میں، کسی خط میں بشرطیکہ وہ مجھے ہی بھیجا جائے۔“

”اے! تیری ان باتوں کا مطلب کیا ہے ؟“ اس نے آنکھیں نکالیں۔

”فقط تمھاری قابلیت کا امتحان مقصود ہے...... وہ نہیں جو تم سمجھ رہی ہو؟“

”میں کیا سمجھ رہی ہوں ؟“

”یہ تجھے پتا ہوگا ؟...... میں اس قابل ہوتا تو میٹرک نہ پاس کر لیتا ؟“

جواباً وہ مجھے گھور کر رہ گئی۔

چارپائی کی بنائی مکمل ہوتے ہی میں ادوان کسنے لگا اور وہ کچن میں غروب ہو گئی۔

اودان کہنے کے بعد میں نے جانے کا سوچا مگر جاتے جاتے ایک نظر اسے دیکھنے کی لالچ، میری سوچ میں در آئی۔

"بشیر صاحب!......بات سنو......" کسی ترکیب کے دماغ میں آنے سے پہلے اس کی آواز آئی، میں بھاگ کر کچن کی طرف بڑھا لیکن یہ بھول گیا کہ کچن کا دروازہ ساڑھے پانچ فٹ آدمی کے گزرنے کے لیے بنایا گیا ہے۔ نیچے گرتے ہوئے میں بمشکل اپنی چیخ روک پایا تھا۔

"برخوردار! یہ سر سے دولتیاں جھاڑنے کا کام کب سے شروع کردیا ہے؟" ماسٹر خیر دین غالباً دھماکے کی آواز سن کر کمرے سے نکلا تھا۔

"سر وہ میں......" مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور میں خاموش ہوگیا۔

"ہاں......ہاں بتاؤ......؟"

"جی سائرہ بی بی نے آواز دی تھی۔"

"تو کیا اس نے منع کیا تھا کہ جھک کر دروازے سے نہیں گزرنا۔"

"نن......نہیں تو......" میں بوکھلا گیا۔

"پھر کیا بات ہے؟ پٹھان تو اس گھر میں ہے کوئی نہیں جو تجھے جھکنے میں کسی قسم کا خطرہ ہو؟" وہ واپس مڑ گیا۔ اور میں ماتھے کو مسلتے ہوئے کچن میں گھس گیا۔ وہ بمشکل اپنی ہنسی روکے بیٹھی تھی مجھ پر نظر پڑتے ہی اس کے منہ سے ہنسی کا فوارہ ابل پڑا۔ میں غصہ یا ندامت محسوس کرنے کی بجائے یہ منظر دیکھ کر مبہوت ہوگیا۔ بکری کو قصائی، چوہے کو بلی اور عورت کو مرد کے احساسات کی خبر بڑی جلدی ہو جاتی ہے۔ اس کی ہنسی تھم گئی۔

میں نے ذرا توقف سے پوچھا۔ "آپ نے آواز دی تھی؟"

"وہ......وہ......میں......" وہ ہکلا کر رہ گئی۔

"جی......جی بتائیں......" میں ریشہ خطمی ہونے لگا۔

"چھوڑیں جی......اچھا نہیں لگتا" اس کا انداز ایسا تھا گویا......

ع کوئی پوچھے یہ کیا ہے تو بتائے نہ بنے

"کون؟......میں یا......"

"نہیں نہیں آپ تو بہت اچھے ہیں...... ہمارے اتنے کام کرتے ہیں، آپ کو کام بتانا اچھا نہیں لگتا۔"

"اب بتا بھی دو؟"

"وہ......وہ"

"ہاں ہاں کہو......" میں ہمہ تن گوش ہو گیا۔

"دراصل بشیر صاب...... میں اکیلی ہوں ناں؟ اور کام کافی زیادہ ہوتا ہے۔ آج آپ کے ساتھ چارپائی کی بنائی میں ٹائم ضائع ہو گیا اور میں برتن نہ دھو سکی۔ اب روٹی پکانی ہے اور یہ برتن بھی دھونے ہیں تو میں نے سوچا اگر آپ میرا ہاتھ بٹا دیں تو......"

"کیوں نہیں ...... بسر و چشم " میں جلدی سے بولا کہ کہیں اس کا ارادہ نہ بدل جائے اور مجھے تو وہاں بیٹھنے کا بہانہ چاہیے تھا...... اس کا چہرہ کھل اٹھا۔

برتن دھوتے ہوئے میں اس کے چہرے کو تکتا رہا اسی عالم میں روٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو میری ناک سے ٹکرائی اور میرا ہاتھ چھابے کی طرف بڑھ گیا۔ جب تک وہ روٹی بنانے سے فارغ ہوتی۔ میں برتن دھونے کے ساتھ ساتھ چھابے کی صفائی بھی کر چکا تھا۔ اس کی بنائی ہوئی روٹیوں کی لذت بھی عجیب تھی۔

"کاش یہ روٹیاں مستقل میرا نصیب ہو جائیں۔" میرے دل سے دعا نکلی۔

"یہ روٹیاں کہاں گئیں؟" توا اتار کر اس نے چھابے کی طرف دیکھتے ہوئے بے ساختہ پوچھا۔

"کک...... کون سی روٹیاں؟" مجھے یک دم ہوش آ گیا...... اور پھر خطرے کا احساس ہوتے ہی میں یہ کہتے ہوئے کھسک لیا۔ "یہیں کہیں ہوں گی بی بی غور سے دیکھو۔" میں تیزی سے کچن سے نکلا اور پھر اس سے بھی تیزی سے ماسٹر خیر دین کے گھر سے نکل آیا۔

گھر کی طرف جاتے ہوئے مجھے شرفو اور بشارت سر جوڑے بیٹھے نظر آئے وہ غالباً میرے خلاف کوئی پلان بنانے میں مصروف تھے۔ مگر مجھے اب کسی کی کوئی فکر نہیں تھی۔ سائرہ تک میری رسائی ہو چکی تھی اور شرفو یا بشارت کے لیے اس کے اتنا قریب جانا ممکن نہیں تھا۔

☆......☆......☆

اگلے دن یہ غلط فہمی ہوا بن کر اڑ گئی جب میں ماسٹر خیر دین کے گھر پہنچا تو بشارت وہاں پہلے سے موجود تھا۔ بمشکل اپنے غصے کو کنٹرول کرتا ہوا میں کچن میں جا گھسا جہاں سائرہ کچھ پکانے میں مصروف نظر آئی۔

''یہ کمینہ یہاں کیوں آیا ہے ؟'' میں نے طیش کے عالم میں پوچھا۔

''کمینہ وہ ہوتا ہے جو بغیر سالن کے چھابہ روٹیوں کا ہڑپ جائے''۔ وہ کل کی بات دل میں لیے بیٹھی تھی۔

''یہ میری بات کا جواب نہیں ہے؟''

''تھیلا اٹھاؤ اور سودا سلف لے آؤ...... نہیں تو میں بشارت سے کہہ دیتی ہوں وہ سبق پڑھنے کے بعد لے آئے گا؟''

''تو گویا...... یہ ٹیوشن پڑھنے آیا ہے؟''

''ہاں ...... اور میرا دماغ نہ چاٹو...... چائے بنانے دو۔''

''چائے کس کے لیے تیار ہو رہی ہے؟''

''بشارت صاحب کے لیے......'' مسکراتے ہوئے اس نے گویا میرے دل میں خنجر گھونپا۔

''دیکھو کتنا پیارا سوٹ لایا ہے میرے لیے'' اس نے ٹیبل پہ پڑے ایک شاپنگ بیگ کی طرف اشارہ کیا۔

''ابو کے لیے بھی نئے جوتے لایا ہے......''

یہ کاری وار میں برداشت نہ کر سکا اور چپ چاپ سامان کا تھیلا پکڑے بازار کے جانب چل پڑا واپسی پہ بھی وہ منحوس مجھے وہیں نظر آیا۔ ماسٹر خیر دین بڑی چاہت سے اسے پڑھا رہے تھے۔ میں کچن میں سائرہ کے ساتھ برتن دھلائی کرنے لگا۔ آج روٹیاں بناتے ہوئے اس نے چھابہ اپنے سامنے ہی رکھا تھا۔

''سائرہ بیٹی پانی تو پلا دو'' اچانک ماسٹر خیر دین کی آواز آئی۔ اور وہ گلاس بھر کے باہر نکل گئی۔

''اگر مجھے بھی ایک گلاس پانی کا...... مل جاتا'' میری سماعتوں میں بشارت کی آواز نے زہر انڈیلا۔

''ابھی لائی'' سائرہ کی مترنم آواز نے مجھے سر سے پاؤں تک سلگا دیا۔ کچن میں گھس کر وہ بڑی سرعت سے اس کے لیے گلاس بھر کر لے گئی۔

''مجھے بھی اگر تھوڑا سا پانی مل جاتا ؟'' جب وہ بشارت کو پانی پلا کر پلٹی تو میں نے آہستہ سے کہا۔

''یہ جگ پڑا ہے......نظر نہیں آرہا کیا؟'' پانی کے جگ کی طرف اشارہ کر کے وہ روٹیاں پکانے لگی۔ میں غصے میں کھولتا ہوا باہر نکل کر ماسٹر صاحب کے پاس جا بیٹھا۔

''بشیرے!......دیکھو بشارت کو......صاحب روزگار ہونے کے باوجود تعلیم حاصل کرنے کا کتنا شوقین ہے۔تم بھی تھوڑی غیرت کرلو۔''

''ہاں ماسٹر جی اس کو جتنا شوق ہے اس سے میں واقف ہوں، ویسے امید یہی ہے کل تک ختم ہو جائے گا؟''

''کل......کیا مطلب؟'' ماسٹر خیردین کے لہجے میں حیرانی تھی۔

''کل تو کل ہوتا ہے ناں سر......میرا مطلب مستقبل سے ہے......'' میں بوکھلا گیا۔

''انشاء اللہ اتنی جلدی ختم نہیں ہوگا۔'' بشارت ایک عزم سے بولا۔

''ہاں یہ تو اس پہ منحصر ہے کہ کسی میں مار برداشت کرنے کی کتنی اہلیت ہے۔'' کہتے ہوئے میں وہاں سے اٹھ گیا۔

☆......☆......☆

بشارت جیسے ہی ماسٹر کے گھر سے نکلا میں نے اسے گلی کی نکڑ پہ دھر لیا۔

''کیوں بے! تجھے عزت راس نہیں آتی کیا؟''

''جدون بھائی......مم......مولا قسم میں بی اے کرنے کی نیت سے وہاں گیا تھا۔''

''بی اے کرنے یا سائرہ کو......بے بے بنانے کی نیت سے؟''

''نہیں شادی سے پہلے میں ایسا نہیں کر سکتا ؟''

''پتر !......اب تم شادی کے بعد بھی ایسا نہیں کر سکو گے؟''

''بشیر بھائی!......بخدا میرا مقصد صرف پڑھنا ہے۔''

''اور پڑھانے والے مر گئے ہیں؟''

''نن......نہیں مگر ماسٹر خیردین کی طرح تو کوئی نہیں پڑھا سکتا نا؟''

''ٹھیک کہتے ہو......مگر اس کی طرح ٹھکائی ضرور کر سکتا ہے ......اگر تو تشریف رکھنے کے بھی قابل رہ گیا تو

مجھے خچر نہیں خر کہنا۔" میرا ہاتھ سر سے بلند ہوا۔

"جدون بھائی بات تو سنو...... طیفا پہلوان آج کل دودھ میں جلیبی ڈال کر دیتا ہے...... خدا قسم تم چکھو تو سہی ...... اف کیا مزا ہے؟"

"یہ غلط ہے...... تم مجھے بلیک میل نہیں کر سکتے؟" میرا ہاتھ خود بخود نیچے آ گیا تھا۔

"قسم سے بلیک میل نہیں کر رہا...... تم کھا کر دیکھو...... شاید پیٹ بھرنے کے بعد تم انسانوں کی طرح سوچنے کے قابل ہو سکو۔ اس کے علاوہ تو تم سے سمجھداری کی توقع فضول ہے۔"

جلیبی بلاشبہ بہت اچھی بنی تھی۔

"دیکھ جدون......" وہ بیرے کو چائے لانے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "اگر سائرہ تیرے لیے لیلیٰ ہے تو میرے لیے بھی سسی، ہیر، سوہنی بلکہ سب کچھ وہی ہے...... اب وہ کسے اپنا ماہیوال یا رانجھا چنتی ہے یہ ہم اس پہ چھوڑ دیتے ہیں...... اس طرح ایک دوسرے کو بھنبھوڑنے سے ہم گاؤں بھر کے سامنے تماشا بن جائیں گے۔ خود تو بدنام ہیں ہی...... ایک شریف زادی کو بھی بدنام کرنے کا باعث بنیں گے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا کہ بے شک جسمانی لحاظ سے تم خچر ہو شاید مجھے زیادہ دولتیاں مارنے میں کامیاب ہو جاؤ۔ لیکن وہ شاعر کہتا ہے نا؟

جتنا میں آ رہا ہوں زمیں پر نظر تجھے
اتنے ہی فٹ زمین میں بویا ہوا ہوں میں

مار کھانے کے باوجود میں پیچھے نہیں ہٹنے والا...... اگر میرے لیے اس گھر کے دروازے بند ہو گئے تو تیرے لیے بھی کھلے نہیں رہیں گے...... میں ماسٹر کو ساری حقیقت سے باخبر کر دوں گا۔ اور اس کے بعد تیرا کیا انجام ہو گا یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں ہے۔"

جلیبی سے پیٹ بھرنے کے بعد میری عقل نے کام کرنا شروع کر دیا تھا...... اس کی باتیں سیاستدانوں والی نہیں انسانوں والی لگ رہی تھیں۔ چند لمحے خاموش رہ کر میں ایک عزم لیے وہاں سے اٹھ گیا۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ میں بشارت کی دھلائی کرنے سے باز آ گیا ہوں...... لیکن سائرہ کو پٹانے سے میں باز نہیں آ سکتا تھا اب یہ ہم دونوں کی قسمت کہ وہ کس کو گھاس ڈالتی ہے۔ گو اس لحاظ سے مجھے یہ برتری حاصل تھی کہ ایک خچر ہی

گھاس کھا سکتا ہے۔ مگر سائرہ کی ڈالی ہوئی گھاس کا بشارت بھی امیدوار تھا۔

☆......☆......☆

اس کے بعد ہم دونوں میں سائرہ کو پھانسنے کی دوڑ شروع ہوگئی۔ بشارت کو اس لحاظ سے مجھ پہ برتری حاصل تھی کہ وہ صاحب روزگار تھا۔ آئے روز سائرہ کے لیے تحفے تحائف لانا اس کا معمول بن گیا ......وہ الو کی پٹھی بھی اس کے تحائف اس خوشی سے وصول کرتی کہ میں اپوزیشن لیڈر کی طرح تلملا کے رہ جاتا۔ میرے پاس لے دے کے جسمانی صلاحیتیں ہی تھیں ......اس لحاظ سے اس کے گھر کا کوئی ایسا کام نہیں تھا جو میں نے نہ کیا ہو۔ لیکن اس کے باوجود مجھے سائرہ کا جھکاؤ واضح طور پہ بشارت کی طرف محسوس ہوتا تھا۔

”بشارت صاحب دیکھو میرا دوپٹہ پھٹ گیا ہے......آج آنے دو ابو کو، ان سے کہوں گی کہ نیا لا دیں۔“ وہ میری موجودگی میں معصومیت سے کہتی اور پھر ماسٹر صاحب کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے نیا نکور دوپٹہ اس کے سر پہ ہوتا۔

”بشارت صاحب سنا ہے ......نوکیا (Nokia) کا نیا سیٹ بازار میں آیا ہوا ہے جس میں دو سمیں (Sim) پڑتی ہیں......میرے پاس تو یہ پرانا سیٹ ہے چلو ابو سے کہوں گی کہ اس کیم پہ لے دیں۔ اور پھر کیم سے پہلے نیا موبائل اس کے ہاتھ میں تھا۔ نئے موبائل میں سم منتقل کرتے ہوئے اس نے پرانا موبائل میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

”یہ لے بشیرے...... مجھے پتا ہے تیرے پاس موبائل نہیں ہے۔ مس کال بھی کسی اور کے موبائل سے دیتا ہے......ابو کہہ رہے تھے دیر سویر اسے بلانا پڑتا ہے تو کوئی پرانا سا موبائل لے دوں گا چلو یہی رکھ لے۔ ......اور بشارت صاحب کوئی پرانی سی سم بھی اسے دے دینا۔“ وہ ساتھ کھڑے بشارت سے مخاطب ہوئی۔

”کیوں نہیں یہ لو......“ اس نے بٹوے میں رکھی ایک فالتو سم نکال کر میری طرف بڑھائی۔

یہ توہین شاید میں کبھی برداشت نہ کرتا لیکن صاحب موبائل بننے کے شوق میں، میں نے خاموشی سے موبائل اور سم لے لی اس وقت بشارت نے کسی ریس جیتے گھوڑے کی طرح فخریہ انداز میں میری طرف دیکھا تھا۔

”عید آنے سے پہلے سائرہ کے لیے عید کے کپڑے اور سینڈل آگئی تھی جو اس نے بڑی خوشی سے مجھے

دکھائے تھے......اس سب کے باوجود میرے وہاں لگے رہنے کی چند وجوہات تھیں ایک تو ہم دونوں میں سے کوئی بھی اس سے اظہار محبت نہیں کر سکا تھا یوں واضح برتری کسی کو حاصل نہیں تھی۔ دوسرے وقتاً فوقتاً میں وہاں پیٹ بھر کر کھانا کھالیتا تھا۔ گو اس کے لیے مجھے سائرہ کی ڈانٹ برداشت کرنی پڑتی مگر اس ڈانٹ کی بھی اپنی لذت تھی یوں بھی وہ اوپری دل سے ڈانٹتی ورنہ کافی دفعہ خود بھی مجھے کھانا ڈال چکی تھی، میرا مطلب ہے دے چکی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر ماسٹر خیر دین کے رویے میں میرے لیے کافی شفقت پیدا ہو چکی تھی۔ اس کی نگرانی کی وجہ سے میں کم ہی سکول سے بھاگ پاتا اور عموماً اس کی کرسی کے ساتھ مرغا بنا پڑھتا نظر آتا یا بیٹھ کر کوئی سوال حل کر رہا ہوتا۔ شاید یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا مگر ایک دن انتہا ہو گئی جب میرے سامنے وہ بشارت سے بولی،

''بشارت صاحب! دیکھو ناں اس کے گھر......'' اور مجھے غصے میں گھورتے دیکھ کر بات بدلتے ہوئی بولی ۔''میرا مطلب ہے پاؤں جوتوں سے باہر آرہے ہیں اگر اسے بھی نئے جوتے دلا دو تو......؟''

''کیوں نہیں کیوں نہیں......'' بشارت پھول گیا۔

میں نے غصے سے کہا۔ ''مجھے نہیں ضرورت اس کے جوتوں کی۔''

وہ حیرانی سے مستفسر ہوئی۔ ''تو کیا ننگے پاؤں گھومو گے......؟''

''خود خریدوں گا۔'' میں نے جل کر کہا۔

''مگر سنا ہے دکان دار پیسے مانگتے ہیں......اور مسجدوں میں بھی آج کل نمازی نئے جوتے سامنے رکھ کر نماز پڑھنے لگے ہیں۔''

''میں نوکری کروں گا؟''

''پر کب؟''

''میٹرک کرنے کے بعد؟''

''یعنی ناممکن ہے......ننگے پاؤں ہی گھومو گے؟''

''مس سائرہ!......میں تجھے مذاق اڑانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔''

''میں نے مانگی کب ہے؟''

”تم میری غربت کا مذاق اڑا رہی ہو؟“

”غربت کا نہیں میاں...... یہ تیرا مذاق اڑا رہی ہے۔“ بشارت نے بغلیں بجاتے ہوئے لقمہ دیا۔

اور میں پاؤں پٹختا ہوا وہاں سے ہمیشہ کے لیے نکل آیا کہ سائرہ نے اس کی بات کی تردید نہیں کی تھی۔

شاید میں اپنے عہد پر قائم نہ رہتا اور دوبارہ وہاں چلا جاتا مگر اسی دن شام کے ٹائم بشارت...... شرفو کو لے کر میرے پاس آ گیا۔

”دیکھ بشیرے!...... تیرے لیے جوتے لایا ہوں“ اس نے ہاتھ میں پکڑا شاپنگ بیگ میرے سامنے رکھ دیا۔

”مجھے نہیں چاہیں؟“

”نعل سمجھ کے پہن لینا۔“ شرفو نے لقمہ دیا۔

بشارت، شرفو کی بات پہ کان دھرے بغیر بولا۔ ”میں تیرے کہنے پہ تھوڑی لایا ہوں...... یہ تو ہونے والی جورو کا حکم ہے بھئی۔“

”بشارتے! مجھے خونی بننے سے بچا لے“ میں دھاڑا۔

”اس میں خفا ہونے کی کون سی بات ہے یار؟...... جب ہم نے پہلے سے ایک بات طے کر لی تھی تو میرا نہیں خیال تو اس پر چڑے گا۔“

شرفو بولا۔ ”دیکھ بشیرے!...... تو میرا دوست ہے اور......“

”اسے صیغہ ماضی میں رہنے دے...... ہے نہیں ”تھا“ کہو“ میں نے قطع کلامی کی۔ ”تم نے میرے رقیب کا ساتھ دیا ہے اور میری نظروں سے اسی طرح گر گیا ہو جیسے موجودہ حکومت عوام کی نظروں سے گر چکی ہے۔“

”اچھا یونہی سہی...... پر سننا تو تجھے پڑے گا کہ تیرے اپنے فائدے کی بات ہے...... گو تجھے اپنی عزت کا خیال نہیں...... پر ایک حد ہوتی ہے یار، کب تک ماسٹر کے در پر کتے کی طرح پڑا رہے گا...... میٹرک فیل، بے روزگار سے محبت کرنے کی بجائے سائرہ برسر روزگار بھنگی کے ساتھ شادی کرنا پسند کرے گی...... تیرے پاس ہے کیا سوائے بے عقلی، بے وقوفی اور جہالت کے...... اور جہاں تک قد کا تعلق ہے تو اس میں کوئی خوبی کی بات ہوتی تو اونٹ جرنیل ہوتے۔ دیکھ بہت بے عزت ہو چکا ہے۔ اب اپنا نہیں تو والد کا ہی خیال کر لے...... اسے اگر

تیرے یہ کرتوت معلوم ہو گئے تو تجھے عاق تو کرے گا ہی...... گاؤں بدر نہ کر دے۔ سو چو ذرا اس کے دل میں تیری اتنی بھی محبت ہوتی جتنی ویڈ ملک میں حیا ہے تو رقیب کے سامنے تیری یوں بے عزتی نہ کرتی۔ خدا کے بندے ایسا تو حکومت غریب عوام کے ساتھ بھی نہیں کرتی، جو وہ تیرے ساتھ کر رہی ہے۔ اس نے تو کبھی تجھ سے کوئی فرمائش ہی نہیں کی، اس سے بڑا ثبوت کیا ہو گا تجھ سے نفرت کا"

"کیوں نہیں کی فرمائش؟...... اپنا ہر کام وہ مجھے ہی بتاتی ہے "

"تو گویا ملازم سمجھتی ہے نا ؟...... خچروں کی طرح کام لیتی ہے؟ اور خچر تو تجھے تیرے رقیب اور دشمن بھی سمجھتے ہیں تو کیا یہ محبت کی علامت ہے ؟" اس مرتبہ میرے پاس شرفو کی اس دلیل کا کوئی جواب نہیں تھا۔ میں خاموشی سے اٹھ کر آ گیا۔ تاہم میں نے دل میں عہد کر لیا کہ اب ماسٹر خیر دین کے گھر نہیں جاؤں گا۔"

☆......☆......☆

اگلا ہفتا میں نے گھر میں گزارا۔ پر کہاں...... "وہ دن رات کوئے نگاراں کے پھیرے۔" اور کہاں گھر کا گھٹا گھٹا ماحول۔ سکول جانا بھی چھوٹ گیا...... والد نے میٹرک میں فیل ہونے کی ہیٹرک کرنے کے بعد مجھ سے پوچھ گچھ کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اب تو یوں بھی میں ڈبل ہیٹرک کر چکا تھا۔ مجھ سے چھوٹے تینوں بھائی میٹرک کرنے کے بعد برسرِ روزگار تھے۔ میرے لیے بھی یہ آخری چانس تھا کہ بقول ابا......

"اس سے زیادہ وہ تعلیم کی بے حرمتی ہوتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔"

وہ اتوار کا دن تھا...... اور گذشتہ اتوار میں نے سائرہ کے گھر کو خیر باد کہا تھا۔ وہ ہفتہ مجھ پہ درد زہ میں مبتلا عورت کی طرح بیتا تھا کہ...... کسی پل قرار نہیں تھا۔ میں اسی دشمن جاں کی سوچوں میں چارپائی پہ دراز تھا کہ عصر سے کچھ پہلے دروازے پہ دستک ہوئی۔ ابا دروازہ کھولنے گیا اور تھوڑی دیر بعد ماسٹر خیر دین کو ساتھ لیے لوٹا۔

"کیوں میاں!...... سکول اور گھر کا رستہ ہی بھول گئے ہو؟" اس نے میرے ساتھ چارپائی پہ بیٹھتے ہوئے شفقت سے پوچھا۔

"ماسٹر جی!...... طبیعت ٹھیک نہیں تھی......"

"ہاں مجھے اندازہ تھا، تیسرا چوتھا دن ہے سائرہ کی طبیعت بھی کچھ ناسازی ہے۔"

”کک کیا ہوا اسے......؟“ میں بے چین ہو گیا۔

”وہی موسمی بخار۔“

”بشارت کی پڑھائی کیسی چل رہی ہے سر؟“ میں نے دل میں مچلتے سوال کو الفاظ کی شکل دی۔

”وہ بھی چند دن سے نہیں آیا۔“

”اچھا تو موصوف کو اس کا غم ہے......“ ایک تلخی سی میرے اندر گھل گئی۔

”پتر!...... جلدی سے ٹھیک ہو جا؟ اب تیرے بغیر من نہیں لگتا...... تیرے ساتھ گھر کی رونق بنی رہتی ہے ......سائرہ کی شادی کے بعد میں نے یوں بھی اکیلے رہ جانا ہے، تب اس بوڑھے کا کون خیال رکھے گا؟“

”اب میں بوڑھوں کو سنبھالنے کے لیے ہی رہ گیا ہوں“ میں نے تلخی سے سوچا، لیکن پھر ماسٹر خیر دین کے چہرے پہ نظر پڑتے ہی مجھے اپنا خیال بدلنا پڑا۔ وہ واقعی اکیلا تھا۔ اور اس عمر میں کام کاج کرنا اس کے لیے بہت دشوار تھا۔ میں اپنی ایک غرض سے اس کے کام کرتا رہا تھا۔ میں نے طے کیا کہ اب بغیر کسی غرض کے ماسٹر صاحب کے کام کیا کروں گا۔

”ماسٹر جی میں عصر کی نماز کے بعد حاضر ہو جاؤں گا...... آج میری طبیعت کافی بہتر ہے۔“

اور وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے چائے پینے لگا۔ چائے پی کر وہ ابا کے ساتھ مصروف گفتگو ہو گیا، موضوع میری میٹرک کا امتحان تھا۔

”انشاءاللہ ...... اس دفعہ برخوردار اچھے نمبروں سے پاس ہو جائے گا ؟“

”اگر آپ کی مراد میرے اس بیٹے سے ہے تو یہ آپ کے اندازوں کو غلط ثابت کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔“ ابا نے وثوق سے کہا۔

”جہانداد بھائی آپ دیکھنا تو سہی......؟“

”پچھلے کئی برس سے دیکھ ہی رہا ہوں“ ابا نے قطع کلامی کی اور میں اٹھ کر کمرے میں گھس گیا۔ وہ میرا ناپسندیدہ موضوع چھیڑ بیٹھے تھے۔

☆......☆......☆

عصر کی اذان ہوتے ہی میرے قدم ماسٹر خیر دین کے گھر کی جانب اٹھ گئے۔ دھڑکتے دل سے میں نے دروازے پہ دستک دی۔ سائرہ کو دیکھے ہفتہ ہو گیا تھا۔ دروازہ کھولنے والی وہی تھی۔ دو دن میں ہی بخار نے اسے نچوڑ لیا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ سامنے سے ہٹ گئی اور میں اندر گھس گیا...... واقعی بشارت کی خوش قسمتی میں کوئی کلام نہیں تھا کہ جس کی جدائی میں اس کا یہ حال ہو گیا تھا۔ میں نے دل میں تہیہ کر لیا کہ آج شام کے وقت بشارت کے پاس جاؤں گا اور اگر اس کے دل میں سائرہ کے بارے میں کوئی غلط فہمی ہوئی تو وہ ختم کرنے کی کوشش کروں گا۔ سائرہ کی یہ حالت مجھ سے دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ وہ خاموشی سے صحن میں بچھی چارپائی پر لیٹ گئی...... یہ وہی چارپائی تھی جس پر بیٹھ کر بشارت ماسٹر صاحب سے سبق پڑھا کرتا تھا۔

میں نے کچن میں جا کر دیکھا سارا کچن گندہ پڑا تھا میرے بعد شاید کسی نے بھی صفائی نہیں کی تھی۔ اگلے آدھے گھنٹے میں کچن کو صاف کر کے میں گندے برتن دھو چکا تھا۔ صفائی کے بعد میں نے آٹا گوندھا کہ روٹی کی طلب میں یہ کام میں نے کافی عرصہ پہلے سیکھ لیا تھا۔ یہی وہ طریقہ تھا جسے بروئے کار لاتے ہوئے میں اپنے پیٹ کی ضروریات پوری کر سکتا تھا۔

میں بمشکل آٹا گوندھ کے فارغ ہوا تھا کہ سائرہ کچن میں داخل ہوئی۔

''چھوڑو تم میں خود کر لوں گی...... یوں بھی یہ عورتوں کے کام ہیں۔''

''کبھی ہوا کرتے تھے، آج کل مرد زیادہ ماہر ہیں۔ اور تمھاری طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔''

''اگر اتنا ہی میری صحت کا خیال ہوتا تو یوں نہ کرتے جیسے جیتا ہوا امیدوار ووٹروں کے ساتھ کیا کرتا ہے؟''

''کیا کیا ہے میں نے؟ تجھ سے قرض لے کے نہیں لوٹایا یا تیری مرغی بیچ کھائی ہے؟'' میں نے حیرانی سے پوچھا۔

''ہفتہ ہو گیا ہے اپنی صورت ہی نہیں دکھائی اور پوچھ رہے ہو کہ کیا کیا ہے؟ اور کیا گلا دبانا تھا میرا؟''

''مم...... میں سمجھا نہیں؟ تیری باتیں سابقہ وزیراعظم گیلانی کے بیان کی مانند لگ رہی ہیں؟''

''خچر جو ٹھہرے......؟'' وہ تپتے ہوئے بولی۔ ''کسی لڑکی کی آنکھوں کا پیغام پڑھنا جانتے تو تجھے پتا چلتا ناں؟''

'' لڑکیاں آنکھیں صرف شوہروں کو ہی دکھاتی ہیں مس ...... اور جہاں تک تعلق ہے میرا، میں کاغذ پہ لکھا تو پڑھ نہیں سکتا۔ کیا پتا لڑکیوں کی آنکھیں کیا کہتی ہیں؟ ''

''لڑکیوں کی آنکھیں کہتی ہیں کہ کسی فچر سے دل نہ لگانا ورنہ خوار ہو جاؤ گی۔''

''سائرہ!'' میں نے جھپٹ کر اسے پکڑا اور چھاتی سے لگا لیا۔

''بخدا میں اپنی حیثیت کو دیکھ کر بشارت کے رستے سے ہٹا تھا۔ میرے پاس ہے کیا جو تجھے مانگنے کی جرأت کرتا۔ نہ نوکری، نہ تعلیم، نہ عقل۔ صورت بھی واجبی سی ہے۔ آخر کیا ہے میرے پاس؟ کہ ماسٹر خیر دین کے سامنے جھولی پھیلاتا، آج کل تو لوگ تھپڑ بھی منہ دیکھ کر مارتے ہیں۔ اور میرے منہ پر تھپڑ مارنے کے لیے بھی ماسٹر خیر دین کو سیڑھی ڈھونڈنا پڑتی۔''

''عورت جس سے محبت کرتی ہے اس کی خامیوں سمیت کرتی ہے......'' وہ میری چھاتی میں منہ چھپا کے بولی۔ ''اور بشارت خبیث کا نام نہ لے، تمھارے جانے کے بعد اس نے میرے ساتھ اظہار محبت کیا تھا۔ اور اس کی بدقسمتی کہ کپڑے دھونے والا ڈنڈا اس وقت میرے ہاتھ میں تھا اور بیرونی دروازے کی کنڈی بھی لگی ہوئی تھی، جوتے اور پی کیپ یہیں چھوڑ گیا ہے۔''

''میرے سامنے تو بشارت صاحب...... بشارت صاحب، کی تسبیح پڑھی جاتی تھی؟''

''جہیز پورا کر رہی تھی ناں اپنا......تم سے محبت کے بعد فرمائشیں پوری کرانے سے تو رہی، اب دیکھو دس پندرہ سوٹ بنوا لیے ہیں کافی ہیں اپنی شادی کے لیے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ شرما سی گئی تھی۔

''اچھا اب جا کر آرام کرو میں روٹی بنا لوں'' میں خوشی سے چہکا، واقعی میں اتنا عرصہ غلط فہمی میں مبتلا رہا تھا ......ورنہ تو اس نے ہمیشہ میری بھلائی کا ہی سوچا تھا۔

''نہیں میں خود بنا لوں گی'' اس نے ضد کی۔

''جاتی ہے یا اٹھا کر لے جاؤں''

''نہیں جاتی......'' وہ ہٹ دھرمی سے بولی اور میں نے اسے بازوؤں میں لے کر اٹھا لیا۔ اسی وقت ماسٹر خیر دین کچن میں داخل ہوا۔ میرا تو گویا کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

''برخوردار......اگر یہ بوجھ اٹھا ہی لیا ہے تو منزل تک پہنچانا۔'' یہ کہہ کر وہ الٹے قدموں لوٹ گیا اور میں سائرہ کو اپنی چھاتی سے بھینچتے ہوئے آہستہ سے بولا۔

''خچر سے سوار خود اترا کرتا ہے...... خچر نہیں کہتا کہ اتر جاؤ۔''

☆......☆......☆

بعد کی منازل میرے لیے زرداری صاحب کے صدر بننے سے بھی آسان ثابت ہوئیں۔ ماسٹر خیر دین نے میرے گھر جا کر ابا سے کہا۔

''جہانداد خان! گو رواج تو یہ ہے کہ لڑکے والے رشتا لے کر جاتے ہیں۔ لیکن میں اپنی بیٹی کے لیے تیرے بیٹے کو مانگنے آیا ہوں۔''

''کیا مطلب؟'' ابا نے حیرانی سے پوچھا۔

''میں بشیرے کو گھر داماد بنانا چاہتا ہوں۔''

''بسر و چشم...... مگر اس کی کسی بھی بیوقوفی کی ذمہ داری میں قبول نہیں کروں گا۔'' ابا نے جھوٹے منہ بھی ناں نہ کی۔ اور میری جھٹ منگنی پٹ بیاہ ہو گیا۔ شادی میں، میں نے بڑے اہتمام سے شرفو اور بشارت کو بلایا تھا۔ لیکن بشارت نہ آیا شاید ابھی تک سائرہ کی مار کو نہیں بھلا سکا تھا۔

شادی کے بعد ہی میں میٹرک کے پیپر دے سکا...... اس بار میں نے وہ کام کر دکھایا جو کبھی ڈاکٹر قدیر نے کیا تھا...... یعنی اس نے بھی میٹرک پاس کی تھی اور میں نے بھی کر لی تھی...... شاید میں مزید بھی اس کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا مگر ماسٹر خیر دین نے محکمہ تعلیم میں اپنے دیرینہ تعلقات کی بدولت مجھے پرائمری سکول کا استاد بنا کے ڈاکٹر قدیر صاحب کے ریکارڈ کو ٹوٹنے سے بچا لیا۔ آج کل سائرہ مجھے برتن دھونے کا نہیں کہتی کہ ایسا میں اس کے کہے بغیر ہی کر دیتا ہوں آخر وہ بھی تو میرے سارے سٹوڈنٹس کی کاپیاں اور پیپرز چیک کرتی ہے۔

✿......✿......✿